



امام خمینی کی نگاہ میں - 6 / Feb / 2010

رہبری کے شرائط

دو بنیادی شرطیں: وہ شرائط جو زعامت اور رہبری کیلئے ضروری ہیں انکا سرچشمہ براہ راست حکومت اسلامی کے انداز طبیعت سے ظاہر ہوتا ہے عقل و تدبیر جیسی عام شرائط کے علاوہ دو بنیادی شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں

1: قانون کے بارے میں علم و آگاہی کا ہونا

2: عدالت کا ہونا

جیسا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی رحلت کے بعد اس بات میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ منصب خلافت کس کو سنبھالنا چاہیے لیکن اس کے باوجود مسلمان اس بات پر متفق تھے کہ منصب خلافت پر فائز ہونے والے شخص کو عالم و فاضل اور آگاہ ہونا چاہیے اختلاف صرف دو موضوعات میں تھا:

1- چونکہ اسلام کی حکومت قانون کی حکومت ہے لہذا رہبر و زعیم اور حاکم کیلئے قانون کے بارے میں علم و آگاہی ضروری ہے جیسا کہ روایات میں بھی وارد ہوا ہے صرف رہبر و حاکم کیلئے ہی نہیں بلکہ تمام افراد کیلئے ضروری ہے کہ وہ جس کام اور مقام پر فائز ہوں اس کے بارے میں علم و آگاہی رکھتے ہوں البتہ حاکم و رہبر کیلئے ضروری ہے کہ وہ علمی میدان میں سب سے افضل و اعلیٰ ہو ہمارے آئمہ (ع) اپنی امامت کیلئے اسی مطلب کو استدلال کے طور پر پیش کرتے تھے کہ امام کو دوسروں سے افضل ہونا چاہیے شیخ علماء نے دوسروں پر جو اعتراضات وارد کئے ہیں وہ بھی اسی امر سے متعلق ہیں کہ جب فلاں حکم کے بارے میں خلیفہ سے معلوم کیا گیا تو خلیفہ اسکا جواب نہ دے سکے پس وہ امامت اور خلافت کے لائق و سزاوار نہیں ہے فلاں کام کو اسلامی احکام کے خلاف انجام دیا لہذا خلافت و امامت کے لائق نہیں ہے۔ (1)

مسلمانوں کی نظر میں رہبر کے لئے قانون سے واقفیت اور عدالت دو بنیادی رکن اور شرائط ہیں اور اسمیں دوسرے امور کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے مثلاً ملائکہ کے علم کی کیفیت کے بارے میں ، صانع تبارک و تعالیٰ کے علم کے بارے میں کہ وہ کن اوصاف کا حامل ہے ، ایسے علوم کا امامت کے موضوع میں کوئی دخل نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی تمام طبیعی علوم کے بارے میں معلومات فراہم کر لے اور طبیعت کی تمام قوتوں کو کشف کر لے یا میوزک کے بارے میں خوب جان لے پھر بھی اس میں خلافت کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت و لیاقت پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کو ان لوگوں پر افضلیت اور برتری حاصل ہو سکتی ہے جو اسلام کے قانون کو جانتے ہیں اور عادل ہیں اور حکومتی امور کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

جو چیز خلافت سے متعلق ہے اور رسول اکرم (ص) اور ہمارے آئمہ (ع) کے زمانے میں اسکے بارے میں بحث اور گفتگو ہوتی رہی ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھی مسلم امر رہا ہے وہ یہ ہے کہ اولاً حاکم اور خلیفہ کو اسلام کے احکام کے بارے میں معلومات ہونی چاہیے یعنی اسے اسلامی قانون کا ماہر ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ اسے عادل ہونا چاہیے اور اعتقادی اور اخلاقی کمال کا حامل ہونا چاہیے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ اسلام کی حکومت قانون کی حکومت ہے نہ اس میں جاہ طلبی و خود غرضی اور نہ ہی اشخاص کی عوام پر حکومت کی کوئی گنجائش ہے

جو رہبر اور حاکم قانونی مطالب سے آگاہ نہ ہو وہ حکومت کے لائق و سزاوار نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر وہ تقلید کرے گا تو اس سے حکومت کی طاقت و قدرت مضمحل اور کمزور ہو جائے گی اور اگر تقلید نہیں کرے گا تو اسلام کے قانون کا حاکم اور مجری نہیں بن سکتا اور یہ بات مسلم ہے کہ ((الفقہاء حکام علی السلاطین)) " فقہاء سلاطین



پر حاکم ہیں " (2) سلاطین اگر اسلام کے تابع ہیں تو انکے لیئے ضروری ہے کہ وہ فقہاء کی اطاعت اور پیروی کریں اور اسلامی قوانین اور احکام کو فقہاء سے معلوم کر کے جاری کریں اس صورت میں حقیقی حکام وہی فقہاء ہیں لہذا ضروری ہے کہ حاکمیت سرکاری طور پر فقہاء کے ہاتھ میں رہے نہ کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے جو نادانی اور جہل کی بنا پر فقہاء کی پیروی کرنے پر مجبور ہیں

2- رببر اور حاکم کو اخلاقی اقدار اور اعتقادی کمال کا حامل اور عادل ہونا چاہیئے جو شخص حدود الہی یعنی اسلامی سزاؤں کو جاری کرے گا اور بیت المال میں دخل اور تصرف کرنے کے امور کو سنبھالے گا اور حکومت کا نظام اپنے ہاتھ میں لے گا اور خداوند متعال اسکو اپنے بندوں پر حکومت کا اختیار بخشے گا اسکو گناہگار اور بد کردار نہیں ہونا چاہیئے (و لا ینال عہدی الظالمین)) (3) خداوند ظالم اور گناہگار کو ایسا حق و اختیار عطا نہیں کرتا ہے

حاکم اگر عادل نہیں ہوگا تو اس صورت میں وہ مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے ، مالیات وصول کرنے اور انکو صحیح طریقے سے مصرف کرنے اور قانون کو صحیح طور پر اجراء کرنے میں عدل وانصاف کا لحاظ نہیں رکھے گا اور ممکن ہے وہ اپنے خاندان والوں ، قریبی ساتھیوں اور دوستوں کو معاشرے پر مسلط کردے اور مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے مصرف کرنے میں مشغول ہو جائے (4)

مرجعیت کی شرط ضروری نہیں ہے :

میرا ابتدا ہی سے اس بات پر اعتقاد تھا کہ مرجعیت کی شرط ضروری نہیں ہے وہ مجتہد کافی ہے جو عادل ہے اور جسکو ملک کی خبرگان کونسل کی تائید حاصل ہے عوام نے خبرگان کونسل کے نمائندوں کو اس لئے ووٹ دیا ہے کہ وہ انکی حکومت کیلئے رببر معین کریں اور جب خبرگان کسی شخص کو رببری کیلئے معین و منتخب کریں گے تو اسکی رببری و زعامت عوام کے لئے مورد قبول ہوگی اور اس صورت میں وہ عوام کا منتخب ولی بن جائے گا اور اسکا حکم نافذ العمل ہوگا (5)

رببری کے نمونے

رببر عدالت میں:

صدر اسلام میں دو ادوار میں دو مرتبہ اسلام کی اصلی حکومت محقق اور قائم ہوئی ہے ایک مرتبہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے دور میں اور دوسری مرتبہ حضرت علی (علیہ السلام) کے دور میں جب وہ کوفہ میں حاکم تھے ان دو ادوار میں معنوی قدریں حاکم تھیں یعنی عدل و انصاف پر مبنی حکومت برقرار تھی اور حاکم ایک ذرہ برابر بھی قانون کے خلاف عمل نہیں کرتا تھا ان دو دوروں میں قانون کی حکومت رہی ہے اور شاید اسکے علاوہ ہم کبھی بھی اس طرح کی قانون کی حکومت تلاش نہ کرسکیں گے ایسی حکومت جسکا ولی امر (جسے آج کی اصطلاح میں صدر یا سلطان سے تعبیر کرتے ہیں) قانون کے مقابلے میں معاشرے کی نچلی سطح کے فرد کے مساوی اور برابر ہو صدر اسلام کی حکومت میں ایسا رہا ہے حتی تاریخ میں حضرت علی (علیہ السلام) کا ایک واقعہ بھی موجود ہے : کہ جب حضرت علی (علیہ السلام) حاکم تھے اور انکی حکومت حجاز سے لیکر مصر اور ایران تک پھیلی ہوئی تھی اور گورنر و قضات سبھی ان کی طرف سے منصوب اور معین ہوتے تھے ایک دفعہ ایک یمنی نے حضرت علی (علیہ السلام) کے خلاف مقدمہ دائر کیا وہ یمنی بھی آپکی حکومت کا ایک فرد تھا قاضی نے حضرت علی (علیہ السلام) کو طلب کیا قاضی بھی وہ تھا کہ جسکو خود حضرت علی (علیہ السلام)



نے منصوب کیا تھا۔ حضرت علی (علیہ السلام) قاضی کے پاس پہنچے تو قاضی حضرت علی (علیہ السلام) کے احترام میں کھڑا ہونا چاہتا تھا امام (علیہ السلام) نے فرمایا کہ قضاوت میں تم ایک فریق کا احترام مت کرو میں اور میرا فریق دونوں مقدمہ میں برابر و مساوی ہیں اس کے بعد جب قاضی نے حضرت علی (علیہ السلام) کے خلاف حکم صادر کیا تو حضرت علی (علیہ السلام) نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا حکم قبول کر لیا یہ ایسی حکومت ہے کہ جس کے قانون کے مقابلے میں سبھی مساوی اور برابر ہیں کیونکہ اسلام کا قانون الہی قانون ہے اور خداوند متعال کے سامنے سبھی مساوی اور برابر ہیں چاہے حاکم ہو یا محکوم چاہے پیغمبر (ص) ہو یا امام (ع) اور چاہے عوام (6)

ربر عوام کے درمیان:

اسلامی حاکم اور رابنما دوسرے حکام " جیسے سلاطین اور جمہوری صدور " کے مانند نہیں ہے اسلام کا حاکم وہ حاکم ہے جو مدینہ کی اس چھوٹی سی مسجد میں تشریف لاتے اور عوام کی گفتگو سنتے تھے اور وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں مملکت کے امور تھے وہ بھی عوام کے تمام طبقات کی طرح مسجد میں جمع ہوتے تھے اور انکا اجتماع ایسا ہوتا تھا جسمیں اگر کوئی غیر آجاتا تھا تو وہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ انمیں صاحب منصب اور صدر مملکت کون ہے اور معمولی لوگ کون ہیں لباس عام لوگوں جیسا ، طرز زندگی عوام جیسی ، عدل و انصاف کو برقرار کرنے کیلئے یہ طرز عمل تھا کہ اگر ایک معمولی شخص حکومت کے پہلے درجے کے شخص کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کرے تو وہ قاضی کے پاس پہنچ جاتے تھے اور قاضی اگر حکومت کے پہلے درجے کے شخص کو حاضر کرتا تھا اور وہ بھی حاضر ہوجاتے تھے (7)

ولایت فقیہ ڈکٹیٹری کے برعکس ہے :

اسلام میں قانون حکومت کرتا ہے پیغمبر اکرم (ص) بھی الہی قانون کے تابع تھے آنحضور قانون کے مطابق عمل کرتے تھے خداوند تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میں چاہتا ہوں اگر اسکے خلاف تم عمل کرو گے تو میں تمہارا مؤاخذہ کروں گا اور تمہاری شہ رگ ((وتینت)) کاٹ دوں گا (8) اگر پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) (معاذ اللہ) ایک ڈکٹیٹر شخص ہوتے یا ایک ایسے شخص ہوتے کہ جس سے لوگ ڈرتے کہ اگر وہ کبھی موقع پا کر مکمل قدرت حاصل کر لیں گے تو ڈکٹیٹری کریں گے نہ کل پیغمبر (ص) ڈکٹیٹر تھے اور نہ آج فقیہ ڈکٹیٹر ہو سکتا ہے (9)

فقیہ میں استبداد نہیں پایا جاتا ہے وہ فقیہ جو ان اوصاف کا حامل ہوتا ہے وہ عادل ہوتا ہے ایسی عدالت جو سماجی عدالت کی مظہر ، ایسی عدالت جسمیں جھوٹ کا ایک کلمہ اسکو عدالت سے ساقط کر دے گا ، نامحرم پر ایک نظر اس کو عدالت سے گرا دے گی ایک ایسا انسان نہ غلط عمل کر سکتا ہے اور نہ کبھی غلط کرتا ہے (10)

ربری کے اختیارات اور حکومت:

اگر ایک لائق انسان جسمیں یہ دو خصلتیں پائی جاتی ہیں حکومت تشکیل دینے کیلئے کمر بستہ ہوجائے اور حکومت تشکیل دیدے تو معاشرے کے امور کو چلانے کیلئے اس کو بھی وہی ولایت حاصل ہے جو ولایت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ) کو حاصل تھی اور تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اسکے حکم کی اطاعت کریں اور اس



سلسلے میں یہ وہم غلط ہے کہ معاشرتی اور سماجی امور میں رسول اکرم (ص) کے اختیارات حضرت علی (علیہ السلام) کے اختیارات سے زیادہ تھے اور حضرت علی (علیہ السلام) کے اختیارات ولی فقیہ کے اختیارات سے زیادہ ہیں البتہ رسول اکرم (ص) کے فضائل تمام عالم پر محیط ہیں اور انکے بعد حضرت علی (علیہ السلام) کے فضائل اور کمالات سب سے زیادہ ہیں لیکن معنوی فضائل و کمالات کا زیادہ ہونا حکومتی اختیارات میں اضافے کا سبب نہیں بن سکتا ہے کیونکہ فوج ، سپاہ اور رضا کار دستوں کو تیار کرنے یا گورنروں کو مقرر کرنے یا مالیات وصول کرنے اور اسکو مسلمانوں کے مصالح میں مصرف کرنے میں جو اختیارات رسول اکرم (ص) یا دوسرے آئمہ (علیہم السلام) کو حاصل تھے خداوند متعال نے انہیں اختیارات کو موجودہ حکومت کیلئے بھی قرار دیا ہے البتہ کوئی شخص معین نہیں ہے بلکہ عنوان (عالم عادل) ہے

جب ہم کہتے ہیں کہ وہ ولایت جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) یا دوسرے آئمہ (ع) کے پاس تھی وہ غیبت کے دور میں فقیہ عادل کے پاس ہے اور اس سلسلے میں کسی کو اس وہم اور شک میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ فقہاء کا مقام بھی وہی ہے جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) یا آئمہ معصومین (علیہم السلام) کا ہے کیونکہ یہاں پر بحث مقام و منزلت سے نہیں ہے بلکہ بحث ذمہ داری اور وظائف سے متعلق ہے ولایت یعنی حکومت ، ملک کے نظم و نسق کو چلانا ، شریعت کے قوانین کا اجراء کرنا جو ایک سنگین اور اہم ذمہ داری ہے نہ یہ کہ اس سے کسی کیلئے غیر معمولی شان و منزلت پیدا ہوجاتی ہے اور اسکو معمولی حد سے بڑھا کر کسی اونچے مقام پر پہنچادیتی ہے دوسرے الفاظ میں حکومت یعنی ملک میں نظم و نسق کو برقرار کرنا اور بہت سے افراد اس کو امتیاز تصور کرتے ہیں جبکہ یہ کوئی امتیاز نہیں بلکہ ایک سخت و سنگین اور دشوار ذمہ داری ہے

ایک اہم امر جسکی ولایت عہدیدار ہے حدود الہی کا جاری کرنا ہے (یعنی اسلام کے جزائی قوانین کا اجراء) کیا حدود کے اجراء میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) امام (علیہ السلام) اور فقیہ کے درمیان کوئی امتیاز ہے؟ یا چونکہ فقیہ کا رتبہ بہت ہی کم ہے لہذا اسکو کمتر [سزا تجویز کرنا چاہیے؟ زانی کی حد 100 کوڑے ہے اگر رسول خدا (ص) یہ حد جاری کریں گے تو 150 کوڑے ماریں گے اور حضرت علی (علیہ السلام) جاری کریں گے تو 100 کوڑے ماریں گے اور فقیہ جاری کرے گا تو 50 کوڑے مارے گا؟ یا یہ کہ حاکم اجرائی امور کا ذمہ دار اور عہدیدار ہے اور اسے خداوند متعال کے حکم کے مطابق حد جاری کرنا چاہیے، چاہیے حاکم رسول خدا (ص) ہوں ، حضرت علی (علیہ السلام) ہوں یا حضرت علی (ع) کے بصرہ یا کوفہ میں نمائندے یا قاضی ہوں یا موجودہ دور میں فقیہ -

رسول اکرم (ص) اور حضرت علی (علیہ السلام) کے اہم وظائف میں سے مالیات ، خمس و زکوٰۃ ، جزیہ اور خراجیہ زمین کا ٹیکس وصول کرنا ہے رسول خدا (ص) زکوٰۃ کتنی وصول کریں گے کیا ایک جگہ سے ایک دسواں حصہ (10/1) اور دوسری جگہ سے ایک بیسواں حصہ (20/1) وصول کریں گے؟

حضرت علی (علیہ السلام) خلیفہ ہو گئے تو وہ کیا کریں گے؟ آپ موجودہ دور میں فقیہ اور نافذ الکلمہ ہو گئے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا ان امور میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی ولایت کا حضرت علی (علیہ السلام) کی ولایت اور عادل فقیہ کی ولایت کے درمیان کوئی فرق ہے؟

خداوند متعال نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کو تمام مسلمانوں کا ولی قرار دیا ہے اور جب تک وہ حضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) موجود ہیں انکی ولایت حضرت علی (علیہ السلام) پر بھی جاری ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی رحلت کے بعد امام (ع) کی ولایت تمام مسلمانوں حتیٰ اپنے بعد والے امام (ع) پر بھی نافذ ہے یعنی اسکے حکومتی احکامات اور اوامر سب پر نافذ و جاری ہیں اور وہ گورنروں کو منصوب اور معزول کرسکتا ہے



جیسا کہ پیغمبر اسلام (ص) احکام الہی کے اجراء کرنے اور اسلام کے نظم و نسق کو برقرار رکھنے پر مامور تھے اور خداوند متعال نے انکو مسلمانوں کا ہادی ، ولی اور راہنما قرار دیا اور انکی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اسی طرح فقہاء عادل بھی حاکم و ولی و راہنما ہیں اور معاشرے میں احکام کے اجراء کرنے اور اسلام کے اجتماعی نظام کو برقرار کرنے اور چلانے پر مامور ہیں

حکومت احکام اولیہ میں سے ہے اور فرعی احکام پر مقدم ہے :

اگر حکومت کے اختیارات فرعی احکام کے دائرے میں ہوں تو نبی اکرم (ص) کو پیش کی جانی والی حکومت الہیہ اور ولایت مطلقہ بے معنی ہو کر رہ جائے گی لہذا حکومت جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی ولایت مطلقہ کا ایک شعبہ ہے اسلام کے احکام اولیہ میں سے ہے اور وہ تمام فرعی احکام حتی نماز ، روزہ اور حج پر بھی مقدم ہے حاکم ایسی مسجد یا گھر کو منہدم کرنے کا حکم دے سکتا ہے جو سڑک کے راستے میں واقع ہے اور گھر کی قیمت صاحب گھر کو واپس کر سکتا ہے حاکم ضرورت کے موقع پر مسجد کو بند کر سکتا ہے ایسی مسجد کو خراب کر سکتا ہے جو ضرر و نقصان کا سبب ہو حکومت ایسی شرعی قرار دادوں کو یک طرفہ طور پر باطل کر سکتی ہے جو عوام سے طے کی ہیں اور جو ملک کے مصالح اور اسلام کے خلاف ہوں اور ہر اس امر پر پابندی عائد کر سکتی ہے جو مصالح اسلام کے خلاف ہو چاہیے وہ امر عبادتی یا غیر عبادتی ہو حکومت حج جیسی اہم عبادت پر جانے سے روک سکتی ہے اگر وہ اسلامی ملک کے مصالح کے خلاف ہو (12)

ولایت اور محدود مالکیت کا حق:

اسلام میں مشروع اموال کیلئے بعض حدود ہیں اور ایک امر جو ولایت فقیہ سے متعلق ہے وہ یہی حدود اور تحدید کا امر ہے اور جسے ہمارے روشن فکر افراد درک کرنے سے قاصر ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ولایت فقیہ کیا ہے ،

اس کے باوجود کہ مالکیت کو شارع مقدس نے محترم قرار دیا ہے لیکن ولی فقیہ اگر اسی محدود مالکیت کو اسلام و مسلمانوں کے مصالح کے خلاف تشخیص دے گا تو وہ اسی جائز اور مشروع مالکیت کو ایک معین حد تک محدود کر سکتا ہے اور وہ فقیہ کے حکم سے

مصادره اور ضبط کر لی جائے گی (13)

1- بحار الانوار، ج 25، ص 116؛ نہج البلاغہ ص 588، خطبہ 172؛ الاحتجاج ج 1 ص 229

2- مستدرک الوسائل ج 17 ص 321 (کتاب القضاة)، (ابواب صفات قاضی)، باب 11، حدیث 33

3- سورہ بقرہ/ 124

4- ولایت فقیہ- 58-61

5- صحیفہ نور جلد 21، ص 129_تاریخ 9/2/68 شمسی

6- صحیفہ نور جلد 10، ص 169_168 تاریخ 17/8/58 شمسی

7- صحیفہ نور جلد 3، ص 84 تاریخ 18/8/57 شمسی

8- اشارہ بہ آیات مبارکہ: 44_46 سورہ الحاقہ میں ارشاد ہے (و لو تقول علینا بعض الاقاول لاخذنا منہ بالیمین ثم

لقطعنا منہ الوتین) (اگر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) جھوٹی باتیں ہماری نسبت دیتے تو ہم ضرور اسکو

اپنے قبہ میں گرفتار کر لیتے اور اسکی شاہ رگ کو کاٹ دیتے)



دفتر مقام معظم رهبری
www.leader.ir

- 9- صحیفه نور جلد 10 ص 29، تاریخ 30/8/58 شمسی
- 10- صحیفه نور جلد 11 ص 133، تاریخ 7/10/58 شمسی
- 11- ولایت فقیه، ص 92_93
- 12- صحیفه نور جلد 20 ص 170 ، تاریخ 16/10/66 شمسی
- 13- صحیفه نور جلد 10 ص 138، تاریخ 14/8/58 شمسی